مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

مُحدّثِ جَلیل

علاّمہ محمد بدر الدین حسنی دمشقیؒ

ہندوستان کے ایک ممتاز عالم کی نگاہ میں

الفرقان کے گذشتہ شماروں میں جناب مولانا عتیق احمد صاحب بستوی کا مفصل مضمون شائع ہوا ہے، جس میں عرب تذکرہ نگاروں کی تحریرات کے آئینہ میں علامہ محمد بدر الدین حسنی دمشقی کے احوال و کمالات کا تذکرہ ہے، اہل ہندوستان کی خوش نصیبی کہ یہاں کے بھی متعدد اہل علم و کمال کو حضرت علامہ کی خدمت میں حاضری کا شرف اور علامہ سے سند حدیث حاصل ہے ایسے لوگوں میں ایک نمایاں شخصیت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی متوفی سنہ ۱۳۶۰ھ کی ہے، مولانا میرٹھی نے اپنے

لہ مولانا عاشق الٰہی بن یاد الٰہی بن رحم الٰہی، میرٹھ کے مشہور اور قدیم زبیری کنبوی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جب ۱۲۹۸ھ/جون ۱۸۸۱ء میں ولادت ہوئی، میرٹھ کے قومی مدرسہ میں تعلیم پائی سولہ سال کی عمر میں فارغ ہوئے، اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مولوی فاضل کا — باقی اگلے صفحہ پر

سفرنامہ "زیارۃ الشام والقدس مع سیاحۃ المصر والعراق" میں حضرت علامہ کا بہت والہانہ انداز میں نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، علامہ کے زہد وورع، اور فضل وکمال پر مولانا میرٹھی کی شہادت ایک بلندرجہ کی شہادت ہے، کیونکہ مولانا خود جید عالم تھے، اور ان کو ایسے متبحر اور جامع کمالات بزرگوں سے تلمذ استفادہ اور بیعت واسترشاد کا تعلق تھا جو اس زمانہ میں سلف صالحین کا نمونہ، اور آیت من آیات اللہ تھے ـــ ان بزرگوں کا علم وفضل، تقویٰ وطہارت، توکل واستغنا، عزیمت واستقامت اور اتباع سنت بڑے بڑے اہل علم وصلاح کے علم وقیاس سے بڑھ کر اور اپنی مثال آپ تھا ـــــ مولانا میرٹھی نے ایسے ایسے بزرگوں کی آنکھیں دیکھی تھیں اور ان کی مجالس علم ومعرفت کے حاضر باش تھے، مگر اس کے باوجود جب علامہ

امتحان دیا اور غیر معمولی کامیابی حاصل کی ـــ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مدرس مقرر ہوئے مگر ملازمت ترک کر کے وطن واپس آگئے تھے اور میرٹھ میں خیر المطابع کے نام سے ایک مطبع شروع کیا، اور تراجم اور تالیفات میں مشغول ہو گئے، قرآن شریف کا ترجمہ کیا، جو اردو کے اچھے ترجموں میں شمار کیا جاتا ہے، اس کے بعد متعدد کتابوں کا ترجمہ کیا اور بہت سی کتابیں تالیف کیں، تراجم میں فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی، مکتوبات غوثیہ جو توریت کی چالیس سورتوں کے عربی ترجمہ کا اردو لباس ہے۔ تبلیغ دین ترجمہ اربعین امام غزالی، تبریز ترجمہ ابریز حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ، الجواہر الزواہر ترجمہ البصائر فی تذکیر العشائر ـ اور تالیفات میں تذکرۃ الرشید، تذکرۃ الخلیل۔ تاریخ اسلام وغیرہ بہت مشہور ہیں حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے ـ اور حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ مدنی سے اجازت وخلافت پائی ـــ

یکم شعبان ۱۳۶۰ھ / ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء کو میرٹھ میں وفات ہوئی ـــــ مفصل معلومات کے لئے رجوع فرمایئے: مقدمہ الجواہر الزواہر ص۲ تا ص۸ (میرٹھ، ۱۳۴۳ھ) اور مقدمہ ارشاد الملوک از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص۲ تا ص۱۰ (سہارنپور، بلا سنہ)

حسنی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زبان حال سے پکار اٹھے کہ: تو چیزے دیگری!"

مولانا کا بیرونی سفر دمشق کا یہ سفر جس میں علامہ حسنی سے ملاقات ہوئی، مولانا کے دورۂ عراق شام اور فلسطین کی پہلی منزل تھی ـــ مولانا مدینہ منورہ سے ریل کے ذریعہ دمشق پہنچے، اس وقت حجاز ریلوے رواں دواں تھی اور ہفتہ میں تین مرتبہ مدینہ منورہ سے دمشق جاتی تھی۔ مولانا ادھر مدینہ پاک سے رخصت ہوئے، اور ادھر مولانا کا قلم چلا، زیارۃ الشام والقدس میں راستہ کی تمام ضروری معلومات واطلاعات قلمبند ہیں، یہاں ان کا تذکرہ غیر ضروری ہے۔ تین دن کے سفر کے بعد دمشق پہونچے، اس موقع پر سفر نامہ شہر دمشق کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور کیوں نہ ہو، دمشق حرمین شریفین کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سب سے بڑا مسکن ومدفن، ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ اور علماء محدثین کی ابدی آرام گاہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا حال وامین، اور تاریخ اسلام کے مدوجزر کا سب سے بڑا گواہ ہے ـــ

دمشق کی عام حالت، طرز بود وباش، عام ضرورت کی چیزوں، کپڑا، استعمالی اشیاء کھانے پینے کے سامان، پھل پھول اور لوازمات کا ذکر ہے، پھر جامع اموی کا آنکھوں دیکھا حال درج ہے، اور آخر میں دمشق کے علماء وصلحاء کا تعارف کرایا گیا ہے، اس میں سب سے پہلا، سب سے مفصل اور محبت بھرا تعارف علامہ حسنی کا ہے ــــــ مولانا، جامع اموی ہوتے ہوئے قبۃ النسر میں علامہ حسنی کے درس میں حاضر ہوئے، اور حیران رہ گئے کہ وہ دمشق میں ہیں یا گنگوہ میں، علامہ حسنی کے روبرو ہیں یا حضرت رشید کی مجلس میں۔ مولانا کا فرط تعجب سے گویا یہ حال تھا کہ: ـــ

این کہ من بینم بہ بیداری است یا، یارب بخواب

کیوں کہ علامہ حسنی شکل وصورت، اخلاق وعادات، نشست وبرخواست، معمولات ومشاغل، اور تکلم وتدریس میں حضرت گنگوہی کا پورا پورا عکس اور مثنیٰ تھے ـــ اور

وہی صورت وہی عظمت وہی شان دلآویزی

کمال مشابہت یہ تھی کہ:

"جس طرح مولانا گنگوہی کی خدمت میں مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی خادم خاص بن کر بارہ برس رہے، اسی طرح شیخ بدرالدین کے پاس بھی بارہ ہی سال سے محمد یحییٰ نامی ایک جوان صالح مقیم ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کو سیرت و صورت میں مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی سے غایت تشابہ حاصل ہے، وہی جسم، وہی نقشہ، وہی صورت، وہی رنگ روپ وہی آزادانہ بے تکلف گفتگو، اور وہی عام مہمانوں کے ساتھ ہمدردی اور تلطف، وہی شیخ کے ساتھ راز و نیاز کی جرأت، اور وہی شیخ کی کمال محبت بھری نگاہ کے مدنظر اور راز دار" [1]

مولانا میرٹھی نے خاصا وقت غالباً کئی مہینے علامہ حسنی کی خدمت میں گزارے، علامہ کے فیض صحبت اور مجالس درس سے مستفید و مستنیر ہوئے اور علامہ سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین بخاری و مسلم کی اجازت و سند حاصل کی۔ مولانا نے اپنے سفرنامہ اور دمشق پر اپنے مضامین میں علامہ حسنی کا بہت ہی شوق و محبت و سرشاری کے عالم میں تذکرہ کیا ہے اس کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ گویا محبت و اخلاص کا چشمہ ابل رہا ہے، اور مولانا عقیدت و احترام کے جذبات میں بہے چلے جا رہے ہیں — عقیدت و احترام اور محبت و وارفتگی کا ایسا گہرا شدید تاثر مولانا میرٹھی کی تحریروں میں بہت کم دستیاب ہے، اور اسی سے علامہ حسنی کی قدر و منزلت اور ان سے مولانا کے دلی تعلق کا اندازہ ہوجاتا ہے

مولانا کی علامہ کے حلقہ درس میں باریابی، حلقۂ درس کی وسعت و جامعیت، علامہ کا انداز تفہیم و خطابت، وفور علم، حاضرین پر گہرے اثرات، گریہ و بکا کا منظر، تمام تفصیلات مولانا کی زبانی سنئے۔ مولانا لکھتے ہیں:—

"دمشق میں علماء و مشائخ بھی کثرت سے ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شیخوخت اور بیعت کا سلسلہ یہاں ہندوستان کی طرح جہلاء کے ہاتھ میں

---

[1] زیارۃ الشام والقدس مع سیاحۃ المصر والعراق ص۵۴-۵۵ طبع اول (عزیز المطابع۔ میرٹھ) زیارۃ الشام کا دوسرا ایڈیشن مولانا میرٹھی کی تالیف زیارۃ الحرمین کی طبع ثانی میں حصہ دوم کے طور پر بھی شامل ہے۔

نہیں آیا، عموماً بیعت لینے والے مشائخ علما رہیں جو طالب کو بیعت کرتے اور اتباع شریعت محمدیہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ درس وتدریس کا سلسلہ بھی خاص احتیاط اور پابندی کے ساتھ قائم ہے، علمار ربانی مساجد میں بہ اوقات معینہ پوری پابندی کے ساتھ آکر بیٹھ جاتے ہیں، وہیں طلبہ حاضر ہوتے اور سبق پڑھتے ہیں، کبھی استاد پڑھتا اور سارے شاگرد سنتے ہیں اور کبھی شاگرد پڑھتا اور استاد سنتا ہے۔
اس تمہید کے بعد علمار شام کے سرخیل و پیشوا علامہ بدرالدین حسنی کے نظام الاوقات اور احوال و مصروفیات کا تذکرہ سے ملاحظہ ہو :۔

علما ر وصلحا ر شام میں سب سے زیادہ مشہور شیخ بدرالدین ہیں، جو محدث کے نام سے مشہور ہیں، دمشق کا بچہ بچہ ان سے واقف ہے، اور عام وخاص ان کو قطب وقت سمجھتے ہیں۔ ضعیف العمر بوڑھے شخص ہیں، قائم اللیل، صائم الدہر۔ دمشق کے مشہور مدرسہ دارالحدیث کے حجرہ میں مقیم ہیں، جو جامع اموی کے قریب واقع اور مسجد و خانقاہ کا مجموعہ ہے، نہایت سادہ درویشانہ گذران ہے چونکہ مجاہدہ وریاضت بہت کرتے ہیں اس لئے ناتوان وکمزور بھی زیادہ ہیں رات کے چوبیس گھنٹہ میں شاید پانچ گھنٹے بھی نہ سوتے ہوں۔ سال بھر میں بجز ایام ممنوعہ کے کوئی دن روزہ سے خالی نہیں جاتا۔ اشراق تک مراقبہ اور خلوت میں رہتے ہیں، اس کے بعد تین چار گھنٹے تک درس دیتے ہیں۔ دوپہر کو قیلولہ کرتے، اور بعد ظہر پھر درس میں مشغول ہو جاتے ہیں کم گو ہیں۔ زیادہ وقت اس چھوٹے سے حجرہ میں گزرتا ہے جو حجرہ در حجرہ بنا ہوا ہے۔
ان کے شاگرد عموماً علمار اور دوسری جگہ کے فارغ التحصیل، یا قریب التکمیل طلبہ ہوتے ہیں، بلا روک ٹوک جو کوئی بھی آئے باریاب ہوتا ہے، اور اخلاق نبویہ کے نمونے سے مستفیض ہوتا ہے۔ مقدس علم حدیث کے گویا حافظ ہیں، ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ جامع اموی میں چالیس حدیث کا ترجمہ مع تفسیر و شرح ونکات بیان کرتے ہیں، جس میں بہ کثرت مخلوق شریک ہوتی ہے

نہایت حسین اور نورانی چہرہ کے قابل زیارت بزرگ اور سلف کا نمونہ ہیں
بدعات سے غایت درجہ متنفر اور سنت مصطفویہ کے کمال درجہ محب وشیدا بلکہ
جاں نثار عاشق ہیں۔

امراء و حکام، فقراء و صلحا، مشائخ و درویش، علماء و مناقی غرض عوام
خواص سب کے نزدیک مقتدا اور جامع بین الشریعت والطریقت مسلّم
شیخ ہیں۔ دور دور سے مخلوق زیارت کے لئے حاضر ہوتی ہے۔ اور دعائیں لے
کر واپس جاتی ہے، الحمدللہ بندہ بھی ان کی زیارت سے مشرف ہوا، نہایت
شفقت سے پیش آئے، دعائیں دیں، اور علمی تذکرہ کے بعد کمالِ انس، اور
کریمانہ اخلاق سے نوازا، حدیث مسلسل بالاولیۃ کی خصوصاً اور دیگر اوراد
و معمولات وجملہ احادیث کی عموماً اجازت عطا فرمائی، اور اسناد تام[1] لکھ
کر مزین بمہر کر کے حوالہ کی۔

---

[1] یہ اجازت وسند صفر ۱۳۲۹ھ میں حاصل ہوئی۔ مولانا میرٹھی نے الاوائل السنبلیہ تالیف شیخ محمد سعید بن محمد سنبل کی شافعی میں جن کو مولانا میرٹھی نے اوائل الاربعین کے نام سے شائع کیا تھا، اپنی تمام سندات کا تذکرہ کیا ہے اس میں چوتھی سند علامہ بدرالدین حسنی سے ہے، مولانا لکھتے ہیں:-

ثم لما سافرت الی بلاد الشام بعد زیارت بیت الحرام
والروضۃ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام فی شہر صفر سنہ ۱۳۲۹ھ
اجازنی با لمعقول والمنقول من فروع واصول والاحادیث الشریفۃ والآثار
المنیفۃ الامام الھمام قطب زمانہ وشمس الھدایۃ فی زمانہ الشیخ
بدرالدین الدمشقی المقیم بدار الحدیث فی جوار الجامع
الاموی، وکتب لی الاجازۃ مع اسانیدہ المتصلۃ الی الشیخین
ص۴ (جید برقی پریس دہلی۔ بلاسنہ)

بندہ ان بزرگ سے زیادہ مانوس اس لئے ہوا کہ جس طرح سیرت و اخلاق و معمولات اور طرز معاشرت میں ان کو اپنے شیخ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہٗ کے مشابہ پایا، اسی طرح صورت و شکل اور ہیئت جسمانی میں بھی کمال درجہ دونوں کو مماثل دیکھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ دمشق گویا گنگوہ ہے اور شیخ بدرالدین محدث گویا مولانا رشید احمد محدث۔ مشابہت تامہ ایک وہبی امر ہے جس میں اکتساب کو دخل نہیں، اور کیا عجب ہے کہ اقطاب ارض میں صورۃً بھی مشابہت ہوا کرتی ہو؟ — [1]

اس کے بعد مولانا میرٹھی نے علامہ حسنی کے صاحب سر، اور خادم خاص شیخ محمد یحییٰ، اور حضرت گنگوہی کے خلوت و جلوت کے خادم خاص اور رازداں مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی میں ملقاً و خلقاً ایسی مکمل اور ہمہ جہت مصور مشابہت کا تذکرہ کیا ہے جیسے وہ دونوں صاحبان ایک دوسرے کا آئینہ ہوں۔ یہ عبارت اوپر گزر گئی ہے، مگر قند مکرر کے طور پر ایک بار پھر تازہ کر لیجئے :—

”جس طرح مولانا گنگوہی کی خدمت میں مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی خادم خاص بن کر بارہ برس رہے، اسی طرح شیخ بدرالدین کے پاس بھی بارہ سال سے محمد یحییٰ نامی ایک جوان صالح مقیم ہیں، اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کو سیرت و صورت میں مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی سے غایت تشابہ حاصل ہے، وہی جسم وہی نقشہ، وہی صورت، وہی رنگ روپ، وہی آزادانہ اور بے تکلف گفتگو اور وہی عام مہمانوں کے ساتھ ہمدردی و تلطف، وہی شیخ کے ساتھ راز و نیاز کی جرأت، اور وہی شیخ کی کمال محبت بھری نگاہ کے مدنظر، اور رازدار اس کمال مشابہت کے سبب بندہ جس وقت دارالحدیث میں حاضر ہوا محظوظ و مسرور ہونے کے ساتھ ہی متحیر و مبہوت رہ جاتا تھا حق تعالیٰ ان کو تا دیر قائم رکھے اور مخلوق کو مستفیض فرمائے [2]

---

[1] زیارۃ الشام والقدس ص ۲۳ ص ۲۴ - [2] زیارۃ الشام والقدس ص ۲۵ ص ۲۶

سفر نامہ لکھتے وقت یہ بات مولانا کے ذہن سے نکل گئی تھی یا اس میں کچھ شبہ تھا کہ یہ عمارت جو اس وقت علامہ حسنی کے درس حدیث کی وجہ سے مرجع خلائق ہے وہی قبۃ النسر[1] ہے جو علامہ نووی کا دارالحدیث تھا اور یہی ایوان علم و معرفت ہے جو صدیوں سے جلیل القدر محدثین کرام کی جلوہ گاہ اور رجال علم و عمل کے نقش پا سے مشکبار و ضو فشاں رہا ہے

---

[1] فاضل مضمون نگار کو اس جگہ مغالطہ ہو گیا ہے، قبۃ النسر اور دارالحدیث الاشرفیہ کو ایک ہی جگہ سمجھ رہے ہیں — قبۃ النسر جامع اموی دمشق کا ایک گنبد (قبہ) ہے دمشق کی جامع اموی میں قبۃ النسر کے نیچے نماز جمعہ کے بعد عالم اسلام کا کوئی ممتاز ترین محدث درس دیا کرتا تھا، گیارہویں صدی ہجری سے یہ سلسلہ شروع ہوا، شیخ عبدالرزاق البیطار نے حلیۃ البشر کی جلد اول میں ان محدثین کی فہرست پیش کی ہے جنھوں نے قبۃ النسر کی مسند کو رونق بخشی آخر میں علامہ بدرالدین حسنیؒ اس مسند پر رونق افروز ہوئے

دارالحدیث الاشرفیہ جامع اموی سے کچھ فاصلہ پر حدیث کی قدیم ترین درسگاہ تھی، جہاں علامہ بدرالدین حسنی کا روزانہ درس ہوا کرتا تھا علامہ کرد علی خطط الشام جلد سادس میں لکھتے ہیں:

" دارالحدیث اشرفیہ کی تعمیر الملک الاشرف موسیٰ ابن عادل نے ۶۳۰ھ میں مکمل کرائی، دارالحدیث میں جن ممتاز ترین علماء و محدثین نے درس حدیث دیا ہے ان میں چند کے نام یہ ہیں ابن الصلاح، ابوشامہ، نووی، ابن الزملکانی، حافظ مزی، السبکی، ابن کثیر ——— تیرہویں صدی کے آخر میں یہ مدرسہ حوادث کا شکار ہو گیا علامہ بدرالدین حسنی کے والد شیخ یوسف بیبانی مغربی نے اسے پھر مدرسے کی شکل دی اور درس و تدریس کا بازار گرم کیا، ان کے بعد ان کے فرزند شیخ بدرالدین حسنی نے اس درگاہ کو آباد کیا ۱۳۳۰ھ میں اس مدرسہ کی عمارت نذر آتش ہوئی پھر اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور کسی نہ کسی طرح درس کا سلسلہ جاری ہوا ——— ادارہ

جہاں کبھی علامہ تقی الدین سبکی اس امید پر جابجا سجدے کرتے رہتے تھے کہ شاید میری پیشانی اس جگہ سے چھو جائے جہاں علامہ نووی کے قدم پڑے ہیں، اور یہی خاک شفا میری نجات و مغفرت کا پروانہ بن جائے ۔

"زیارۃ الشام و القدس" کی طباعت کے کئی سال بعد جب مولانا میرٹھی مصر شام اور عراق کے دوسرے سفر پر نکلے اور دوبارہ دمشق پہنچے تو حیران و غمگین تھے اس دمشق میں جو مولانا نے چودہ سال پہلے دیکھا تھا جو ترکوں کے زیر نگیں تھا اور اس دمشق میں جو فرانس کے پنجۂ استبداد میں جکڑا ہوا تھا کھلا فرق نظر آیا ، نہ وہ رونق تھی نہ وہ شادابی و تر و تازگی مگر دو چیزیں ایسی تھیں جو بظاہر جوں کی توں اور حالات سے غیر متاثر معلوم ہو رہی تھیں ایک جامع اموی اور دوسرے علامہ حسنی ۔

جامع اموی پتھروں کی بے جان ساکت و جامد عمارت تھی جس کو لب گویا اور قدرت کلام حاصل نہیں تھی لیکن اگر اس کو بولنے کی اجازت ہوتی تو وہ بھی اپنے عیش دوام کی کہانی سناتی ، دل کے داغ اور یادوں کے چراغ روشن کرتی ۔ ناپاک قدموں سے آلودگی کا گلہ کرتی ۔ غیروں کے ظلم و ستم اور اپنوں کی غفلت کی صدا لگاتی ۔ لیکن حضرت علامہ حسنی کی زبان پر گلہ تھا نہ لبوں پر فریاد ۔

علامہ حسنی بہ ظاہر کمزور اور نحیف و نزار نظر آتے تھے ، لیکن وہ عزم و استقامت کے پیکر غیر معمولی عزم و حوصلہ اور آہنی کردار کے انسان تھے ، وہ ایسے ناسازگار حالات میں بھی دامن بہ گل، اور تبسم بہ لب قال اللہ کذا ، وقال الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کذا کی صدا لگا رہے تھے ، وحشت و بربریت کے طوفان آئے ، ملک تاراج ہوئے ، حکومتیں بدل گئیں ، مگر علامہ کا وہی شیوہ رہا جو زمانۂ امن و عافیت میں تھا ۔ بلاشبہ یہ صدمات اور امت مسلمہ پر آنے والے پے بہ پے حوادث و آفات علامہ کے دل کا زخم اور جگر کا ناسور بن گئے ہوں گے ، لیکن زبان پہ ہر وقت ترانۂ حمد، اور نغمات صبر و شکر رقصاں تھے

مولانا نے دیکھا کہ علامہ کی تمام مصروفیات اور اشغال و معمولات اسی طرح چل رہے

ہیں۔ جس طرح مولانا پہلے سفر کے موقع پر دیکھ کر گئے تھے، حالات کے پیچ وخم اور ظلم وجبر کی قاہرانہ قوتیں علامہ پر سرِ مو اثر ڈالنے میں بھی ناکام رہیں اور یہی وہ بے مثال عزیمت واستقامت ہے جس کو کرامت سے بڑھ کر مانا گیا ہے۔

مولانا میرٹھی نے اس دوسرے سفر سے واپسی کے بعد "متبرک شہر دمشق کے دلکش حالات" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا[1]، اس میں بھی علامہ حسنی کا بہت مفصل تعارف کرایا ہے اس مضمون کے مفصل اقتباس کے لئے چند لمحے انتظار فرمایئے اور یہاں صرف وہ عبارت پڑھ لیجئے جس میں مولانا نے صراحت کی ہے کہ علامہ جس جگہ درس دیتے ہیں یہ وہی قبۃ النسر ہے جو امام نووی کے درس حدیث کی وجہ سے شہرہ آفاق اور زیارت گاہ خلائق ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"مسجد اموی سے تقریباً دو سو قدم پر وہ مشہور دارالحدیث جو علامہ نووی شارح مسلم کی درسگاہ تھی، اور اسی کے بالائی حجرہ میں علامہ ممدوح کا قیام تھا یہ حجرہ اب بند رہتا ہے، اور کوئی مشہور عالم آتا ہے تو اس کے قیام کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ حجرہ کی دیوار پر جلی قلم سے یہ رباعی لکھی ہوئی ہے۔

وفی دار الحدیث لطیف معنیً ۔۔۔ اصلی فی جوانبھا و آوی

عسانی ان امس بحر وجھی ۔۔۔ مکانا مسہ قدم النواوی

(ترجمہ) دارالحدیث میں ایک عجیب خوبی ہے، میں اس کے اطراف میں اس لئے نماز پڑھتا اور بیٹھتا ہوں کہ شاید اپنے منہ کو اس جگہ سے مس کر سکوں جس پر علامہ نووی کے قدم پڑتے تھے

اس وقت دارالحدیث کے مدرس علامہ سید بدرالدین محدث ہیں، جن کا زہد، اتقا اور کمال اتباع سنت مشہور ہے۔"[2]

---

[1] یہ مقالہ ماہنامہ القاسم دیوبند میں قسطوار چھپا ہے، پہلی قسط جمادی الاخری سنہ ۱۳۴۴ھ میں نکلی، اور بعد کے متعدد شماروں میں شائع ہوا، اس مضمون کی ابتدائی تین قسطیں جمادی الاخری، رجب شعبان راقم سطور کے پیش نظر ہیں، بعد میں کتنی قسطیں اور نکلیں اور کب اس کی تکمیل ہوئی مجھے معلوم نہیں۔

[2] ماہنامہ القاسم دیوبند ص۷ شعبان سنہ ۱۳۴۴ھ۔

مولانا میرٹھی کے اس مضمون "دمشق شہر کے دلکش حالات" میں علامہ حسنی کی مشغولیات و معروفیات کی کچھ ایسی تفصیلات بھی قلم بند ہوگئی ہیں جو "زیارۃ الشام والقدس" میں موجود نہیں ہیں، مولانا کی یہ تحریر علامہ کی سیرۃ و کردار کے متعدد پہلوؤں کا اس طرح احاطہ کر رہی ہے کہ حضرت علامہ کے چہرہ بشرہ اور لیل و نہار کے نظام الاوقات کی جیتی جاگتی تصویر نگاہوں میں پھر جاتی ہے ۔ مولانا کی یہ تحریر بتا رہی ہے کہ متبع سنت بزرگ اور علماء سلف کی کیا شان، کیا کیفیت اور ان کی زندگی کس طرح کی ہوتی ہے، علماء کا کیا طریقہ اور کردار ہونا چاہیئے وہ کیسے عفیف، قانع اور متوکل ہوتے ہیں، اور ان میں اخلاق تواضع، محبت و شفقت، خدمت دین اور اتباع سنت کے جذبات کیسے گہرے اور پختہ ہوتے ہیں، وہ کیسی کیسی مشقتیں برداشت کر کے اور تنگی اٹھا کر حدیث و سنت کی دولت عام فرماتے ہیں ـــــ مگر آج اس کردار و مزاج کا فقدان ہے اور اخلاص و للہیت کی یہ مثالیں کم سے کم تر ہوتی جارہی ہیں کاش ! ایسا نہ ہوتا ۔ ـــــ مولانا میرٹھی کے الفاظ میں علامہ حسنی کا ایک اور تعارف درج ذیل ہے :-

"حضرت ممدوح صائم الدہر اور قائم اللیل ہیں کہ دو ڈھائی گھنٹہ سے زیادہ پہلو خواب گاہ سے نہیں لگتا، ہر وقت یا درس میں رہتے ہیں یا مطالعۂ کتب میں یا مراقبہ و ذکر لسانی میں، مکان کچھ فاصلہ پر ہے مگر صبح صادق سے کچھ قبل دار الحدیث میں تشریف لے آتے ہیں، اسی مسجد میں اول وقت غلس کے اندر نماز فجر پڑھتے، اور پھر اپنے خلوت خانہ میں تشریف لے جاتے ہیں اشراق سے فارغ ہو کر حجرہ کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور طلبہ بلکہ دوسری جگہ کے فارغ التحصیل علماء حاضر خدمت ہو جاتے ہیں ۔ دو ڈھائی گھنٹے درس دیتے اور پھر ذکر و شغل میں مشغول ہونے کے لئے حجرہ بند کر لیتے ہیں، ظہر کے بعد پھر درس ہوتا ہے ، اور عصر کی نماز پڑھ کر مکان تشریف لے جاتے ہیں ، روزہ افطار کر کے بعد مغرب پھر مکان ہی پر تفسیر کا درس ہوتا ہے اور اس میں چالیس پچاس علماء و طلبہ کا اجتماع ہوتا ہے ، دو گھنٹہ کامل

درس دیتے اور مجمع کو مبہوت و متحیر بنا دیتے ہیں۔ چونکہ حدیث کے حافظ ہیں اس لئے اکثر ایک آیت کی تفسیر میں وقت ختم ہو جاتا ہے، کہ بیسیوں احادیث مع اسناد و استدلال میں پڑھتے اور تحقیق معنی و مضمون کے بعد بصورت وعظ مبسوط تقریر فرماتے چلے جاتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مجمع پر گریہ طاری ہو جاتا، اور بعض غش کھا کر گر پڑتے ہیں درس سے فارغ ہو کر انھیں علماء و تلامذہ کے ساتھ نماز عشا ادا کرتے اور پھر اپنے خلوت خانہ میں تشریف لے جاتے ہیں، اہل و عیال بحمداللہ سب ہیں مگر استقامت کی نعمت حق تعالی نے عطا فرمائی ہے۔ معمولات لیلیہ و نہاریہ میں فرق نہیں آتا۔

اتباع سنت کے شیدا ہیں، اس لئے اس تذکرہ سے محظوظ اور اسی کو سن کر مسکراتے اور مسرور ہوتے ہیں، امامت نماز اور بیعت سے گھبراتے ہیں، ہاں کسی کو ورد یا وظیفہ تعلیم کرتے ہیں تو وہی جو حدیث میں منقول ہے متوکلانہ گذران ہے، اور تفویض و رضا و تسلیم مخصوص شان، بہت کم کھاتے اور بہت کم بولتے ہیں۔ سیاسی و ملکی قصوں سے وحشت ہوتی، اور کوئی ادھر ادھر کے تذکرے شروع کردے تو روک دیتے ہیں خلاف شرع امر کو دیکھ نہیں سکتے۔

عمر شریف ساٹھ برس کے قریب ہے مگر کثرت مجاہدہ کی وجہ سے قویٰ ضعیف ہو گئے، اور کمر جھک گئی، عصا لے کر چلتے اور نظر جھکائے ہوئے راستہ قطع کرتے ہیں، مجسم نور ہیں اور نہایت خوبصورت۔ جمعہ کے دن جامع اموی میں چالیس حدیث کا ترجمہ بصورت وعظ سنانے کا عرصہ سے معمول ہے" [1]

---

[1] القاسم دیوبند ص۸ شعبان سنہ ۱۳۴۴ھ

دمشق کے دوسرے سفر کے دوران مولانا میرٹھی کو اطلاع ملی کہ جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد کا ایک خطی نسخہ علامہ حسنی کے کتب خانے کی زینت تھا۔ مولانا نے اس نسخہ سے استفادہ کے لئے علامہ موصوف سے عرض کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نسخہ علامہ شیخ خالد کردی کی تحقیقات وتصحیحات سے مزین، اور ان ہی کے موقلم کی یادگار تھا جنگ کے زمانہ میں آتش زنی سے راکھ ہوگیا۔ اس حادثہ میں علامہ حسنی کا پورا کتب خانہ تلف ہوگیا تھا۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ علامہ حسنی کی تصنیفات دستیاب نہیں ــــ لیکن علامہ حسنی کو اپنے کتب خانہ کے ضائع ہونے کا اتنا افسوس نہیں تھا جیسا اس کتاب کے نقدان کا ۔ بقول مولانا میرٹھی، علامہ حسنی کا ارشاد ہے

"اس سے بھی زیادہ جل جاتا مگر وہ کتاب بچ جاتی تو مجھے مطلق رنج نہ ہوتا اور سب کچھ بچ جاتا مگر وہ کتاب جل جاتی تو اتنا ہی قلق ہوتا جتنا اب ہے"[1]

مگر حسن اتفاق ہے کہ اس کی ایک نقل کرلی گئی تھی جو نواح دمشق میں مولانا شیخ محمود بن رشید العطار[2] کے ذخیرہ میں محفوظ تھی، علامہ حسنی نے اس نقل کی جانب رہنمائی فرمائی، بعد میں علامہ حسنی کی حسن توجہ سے یہ نقل مولانا کو مستعار مل گئی اور مولانا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مولانا میرٹھی اس نسخہ کو ہندوستان لائے اس کی نقل اور تصحیح ومقابلہ میں مصروف تھے کہ جمع الفوائد کے ایک اور نسخہ کی نوید ملی جو پیر جھنڈا، مولانا شاہ احسان اللہ کے نادر روزگار کتب خانہ میں موجود تھا پیر صاحب کی عنایت فرمائی نے اس نسخہ سے استفادہ کی اجازت بخشی، تو مولانا نے نسخہ دمشق اور نسخہ حیدرآباد دونوں کی مدد سے ایک نیا اور زیادہ صحیح نسخہ مرتب کیا جس کی دستیاب اصل ماخذ سے مطابقت اور تصحیح

---

[1] شہر دمشق کے دلکش حالات ص۸ مد۹ ماہنامہ القاسم۔ دیوبند شعبان سنہ ۱۳۴۴ھ

[2] شیخ محمود بن رشید العطار، علامہ حسنی کے شاگرد، اور علامہ شیخ حسن حبنکہ وغیرہ کے استاد تھے سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں دمشق میں وفات پائی۔ مفصل معلومات کے لئے رجوع فرمایئے: معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ ص۱۶۵ ج ۱۲ (بیروت) نیز ملاحظہ ہو: الاعلام، خیرالدین زرکلی ص۱۶۹ ج ۷ (بیروت: ۱۹۶۹ء)

ل گئی تھی، دو سال کی محنت و جستجو کے بعد تصحیح کا عمل مکمل ہوا، اور "جمع الفوائد" مولانا میرٹھی
ذاتی مطبع خیریہ میرٹھ سے عروس جمیل بہ لباس حریر کا نمونہ بن کر برآمد ہوئی، یہ نسخہ دو
بلدوں میں ٹائپ پر چھپا تھا[1] جو بہت مقبول ہوا، اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ تقریباً پچاس
ل تک یہی واحد ایڈیشن تھا، ادھر دس بارہ سال کے عرصہ میں جمع الفوائد کے متعدد
یڈیشن مدینہ منورہ، بیروت، لاہور، اور دیوبند وغیرہ سے شائع ہوئے ہیں مگر یہ سب
نخہ میرٹھ کے ری پرنٹ REPRINT ایڈیشن ہیں، ابھی تک کوئی نیا تحقیقی ایڈیشن نہیں چھپا
آخر میں بعض اور ہندوستانی اہل کمال کا تذکرہ جو علامہ حسنی کی ملاقات اور فیض صحبت
سے بہرہ یاب ہیں۔ مثلاً مولانا عبدالقدیر حیدرآبادی[2] ۔ ا۔ پروفیسر محمد الیاس برنی[3]۔ یہ
دونوں صاحبان مولانا میرٹھی کے سفر دمشق کے تین سال بعد ۱۳۲۷ھ میں دمشق پہنچے
ور علامہ کی مجلس میں حاضر ہوئے، علامہ حسنی نے حسب معمول شفقت و کرم سے نوازا،
خصوصاً مولانا عبدالقدیر کا بہت اکرام فرمایا، پروفیسر برنی کے سفر نامہ "صراط الحمید"
یں اس موقع کی یادداشت محفوظ ہے، برنی صاحب لکھتے ہیں :-

"مساجد اور مدارس آباد ہیں، اچھے اچھے علماء موجود ہیں۔ خاص کر حضرت علامہ
بدرالدین صاحب مدظلہ اپنے زمانہ کے بڑے جید عالم مانے جاتے ہیں، صدہا

---

[1] یہ معلومات جمع الفوائد ص ب ج ۱ (میرٹھ : ۱۳۴۵) تذکرۃ الخلیل تالیف مولانا میرٹھی ص ۲۸۳، ۲۸۴
(سہارنپور : ۱۳۹۵ھ) اور محولہ بالا مضمون شہر دمشق کے دلکش حالات سے ماخوذ ہیں۔

[2] مولانا عبدالقدیر حیدرآبادی متوفی سنہ ۱۳۸۱ھ / مارچ ۱۹۶۲ء۔ نزہۃ الخواطر ص ۲۶۹ ج ۸ (حیدرآباد
۱۳۹۰ھ) نیز دیکھئے صراط الحمید ص ۳۰۵ تا ص ۳۱۰ ج ۱ طبع دوم (حیدرآباد - ۱۳۵۸ھ)

[3] پروفیسر محمد الیاس برنی بلند شہر (یوپی) کے باشندے، علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ایم اے ایل ایل بی اور نامور ماہر معاشیات تھے
جامعہ عثمانیہ میں شعبہ معاشیات کے صدر مقرر ہوئے۔ معاشیات پر اعلیٰ درجہ کی تصنیفات یادگار ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ، ادب
شاعری تصوف اور مختلف موضوعات پر چالیس کتابیں یادگار ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول اور قابل قدر کتاب
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ہے جو قادیانیت کے کذب و افتراء کا آئینہ اور اس موضوع پر حرف آخر ہے پروفیسر برنی کے
خود نوشت حالات کیلئے مطالعہ فرمائیے "صراط الحمید" ص ۳۱۵ تا ص ۳۵۱ حصہ اول طبع دوم

علماء ممالک اسلام سے آکر حضرت کے درس میں شریک ہوتے ہیں۔ تفسیر اور حدیث حضرت کا خاص مضمون ہے۔ دیکھنے کو ضعیف اور سن رسیدہ ہیں لیکن ہمت جوان ہے۔ تعلیم سے از حد دلچسپی ہے، شب و روز یہی مصروفیت رہتی ہے، حضرت کی توجہ سے کئی عربی مدارس آباد ہیں، عوام وخواص امیر غریب سب حضرت کا احترام کرتے ہیں، عقیدت کا دم بھرتے ہیں حضرت کا اثر دیکھ کر حکومت فرانس بھی دبتی ہے، بہت لحاظ اور ادب کرتی ہے۔

ہم لوگوں پر حضرت کی بہت خاص شفقت عنایت رہی، اور حضرت مولانا عبدالقدیر مدظلہ کی تو ایسی قدرشناسی فرمائی کہ دمشق کے تمام علماء میں چرچا ہو گیا کہ ہندوستان سے ایک بڑا عالم آیا ہے، ایسی صحبت کہاں نصیب ہوتی ہے جو کچھ استفادہ کر لیں غنیمت ہے، لیکن قیام بہت مختصر تھا، سب کی زبان پر تھا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد[۱]

اگر تلاش کیا جائے تو اس عہد کے شام کے اکثر سفرناموں میں حضرت علامہ کا تذکرہ ملے گا، جس میں یقینا بعض اطلاعات ایسی بھی ہوں گی جن کا علامہ کے تلامذہ اور سوانح نگاروں نے ذکر نہیں کیا ہوگا۔

[۱] صراط الحمید در سفرنامہ حجاز، شام عراق فلسطین وغیرہ، ص۱۱ تا ۷۶ جلد اول (حیدرآباد طبع دوم ۱۳۵۸ھ)



الفرقان

جلد ۵۴ | جون جولائی ۱۹۸۶ء مطابق شوال وذیقعدہ ۱۴۰۶ھ | شمارہ ۶ — ۷



نگاہ اولیں	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	۲
سخنہائے گفتنی	مدیر	۵
ماحول کا اثر اور اس کا علاج	از افادات حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی	۸
خطاب عید الفطر	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	۹
انصاف پسند ہم وطنوں کی عدالت میں ہندوستانی مسلمانوں کا مقدمہ	حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	۱۹
حضرات علماء کرام کی خدمت میں حج کی قربانی سے متعلق ایک سوال	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی	۵۳
علامہ محمد بدر الدین حسنی دمشقی ہندوستان کے ایک ممتاز عالم کی نگاہ میں	مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی	۶۵

فی شمارہ ۶/-
سالانہ چندہ
برائے ہندوستان ۳۰/-
برائے بیرونی ممالک
بحری ڈاک ۷۰/- (۵/- پونڈ)
ہوائی ڈاک ۱۶۰/- روپے (۱۰/- پونڈ)

اگر اس دائرہ ◯ میں سرخ نشان ہے تو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم آئندہ کیلئے چندہ ارسال کریں یا خریداری کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ چندہ یا اطلاع مہینے کے آخر تک موصول نہ ہونے کی صورت میں اگلا شمارہ بصیغۂ وی پی روانہ ہوگا۔

خط وکتابت یا ترسیل کا پتہ

دفتر :- ماہنامہ الفرقان
۳۱ - نیا گاؤں مغربی لکھنؤ
پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ :-
ادارہ اصلاح وتبلیغ
آسٹریلین بلڈنگ لاہور

محمد حسان نعمانی پرنٹر و پبلشر نے تنویر پریس میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا